جناب پروفیسر مزمل احسن شیخ

پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ

ہمارا دعویٰ ہے کہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی دنیا کے وہ اکمل انسان ہیں جن کی نظیر نہ آج تک کوئی پیدا ہوا ہے اور نہ قیامت تک ہوگا۔ اسی لئے رب العزت کا ارشادِ گرامی ہے:

"لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ"

یعنی "یہ رسول تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے، اس کی سیرت سے تم ہر قسم کا سبق حاصل کر کے دین کے علاوہ دنیا میں بھی فائز المرام ہو سکتے ہو"۔

بیشک اللہ تعالیٰ نے دنیا کی ہدایت کیلئے مختلف زمانوں میں مختلف علاقوں اور قوموں میں مختلف نبیؑ بھیجے لیکن ان میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جو ہر قسم کی انسانی زندگی کے لئے ایک مکمل لائحہ عمل پیش کرتا اور اپنی زندگی کو اپنی قوم کے علاوہ تمام اقوام کے لئے یا امت کے ہر فرد کیلئے بطور نمونہ پیش کرتا۔ یہ فخر صرف اسی ذاتِ قدسی صفات کو حاصل ہے جو تمام دنیا کے انسانوں کیلئے قیامت تک کیلئے یکساں رہبر و رہنما اور مرشدِ اعظم بن کر آیا اور بقولِ شاعر ؎

حسنِ یوسفؑ دمِ عیسیٰؑ یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند، تو تنہا داری!

کا مصداق تھا، جس کے متعلق خود مالک الملک نے فرمایا:

"وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا"

کہ ہم نے (اے پیغمبرؐ) آپ کو تمام دنیا کیلئے خوشخبری سنانے اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے"۔

اسی الہامی آواز کے اثر سے تمام دنیا کے انسانوں کی توجہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف مبذول ہوگئی۔ چنانچہ جملہ اقوامِ عالم صرف آپؐ ہی کی سیرتِ طیبہ اور ارشادات کی روشنی میں دنیاوی ترقی اور تہذیب و تمدن میں پیش رو بنی ہوئی ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ اس کا اعتراف نہ کریں۔

بقول علامہ اقبالؒ ہم مسلمانوں کی ترقی ان قوموں کے برعکس نہ صرف روحانی بلکہ مادی لحاظ سے بھی صرف اور صرف چودہ سو سال پیچھے ہٹنے میں، یعنی سیرتِ مصطفیٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر عمل پیرا ہونے میں ہے۔ اسی لئے سیرت کے مطابق ؎

کوئی جبریلؑ سے پوچھے مری پرواز کی شوکت
ستارے بھی تماشائی، ملائک بھی تماشائی

اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا دنیا میں کبھی بھی کوئی اور انسان کامل پیدا ہوا ہوتا تو دنیا کا بچہ بچہ اسے ہیرو کی حیثیت سے جانتا ہوتا اور تاریخ میں اس کا نام بلند ہوتا اور اس کے ماننے والے اس کی زندگی کو بطور نمونہ دنیا کے سامنے پیش کرتے۔ لیکن ایسا نہیں ہے —— بلکہ ہم تو یہ جانتے ہیں کہ متعدد غیر مسلموں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ پر قلم اٹھایا ہے اور آپ کے فضائل کا اعتراف کیا ہے:

الفضل ماشهدت به الاعداء:

یعنی فضیلت وہی ہے جس کا اعتراف دشمن بھی کریں:

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ سے بیک وقت زاہد اور بادشاہ، تاجر اور مزدور، جرنیل اور سپاہی، سخی اور گداگر، حکیم اور مریض، جج اور ملزم، خطیب اور سامع، فاتح اور شہری، باپ اور بیٹا غرضیکہ دنیا کی ہر لائن کا، ہر کاروبار کا، اور ہر حیثیت کا سبق حاصل کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ آپؐ نے صرف قول ہی پیش نہیں بلکہ عملی نمونہ بھی پیش کیا ؎

جس کے لئے ازل سے تھی چشم براہ کائنات　　بن کے وہ پیکرِ حسین سامنے آگیا کوئی،
ایک خدا کے واسطے ساری خدائی سے جہاد　　صرف یہ قول ہی نہیں کرکے دکھا گیا کوئی!

عبدالکریم ثمرؔ نے اس انداز میں آپؐ کی سیرت پر روشنی ڈالی ہے:

وہ سیدِ کونین ہے، محبوبِ خدا ہے　　وہ فخرِ رسولاں ہے، وہی نورِ ہدیٰ ہے
اشراف میں بے مثل تو جمہور میں یکتا　　اُمّی ہے مگر خالقِ تہذیب و وفا ہے
طائف میں لہو دے کے کیا دیں کو گلرنگ　　وہ بدر کے میداں میں مصروفِ دعا ہے
انسان وہ انساں کہ آقائے دو عالم　　بندہ بھی وہ بندہ کہ جو محبوبِ خدا ہے

آئیے آج ہم اس اسوۂ حسنہ کی روشنی میں اپنے کردار اور گفتار کا جائزہ لیں اور احتساب کریں کہ ہم کس حد تک آپؐ کے طور طریقوں اور سنتوں پر عمل پیرا ہیں اور کس حد تک ان سے دور ہیں۔

ولادت باسعادت کے موقع پر آپؐ کا نام محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) رکھ کر یہ تمنا کی گئی کہ یہ بچہ ایسا

محمود الافعال اور حمید الصفات بنے کہ دنیا بھر کی ستائش و تحسین کا شایاں قرار پائے۔ ذرا اندازہ کریں کہ کیسے تاریک ماحول میں کیسا اچھا نام رکھ کر کیسے اچھے کام کی توقع کی جا رہی ہے۔ کیا ہم بھی بچوں کے نام رکھتے وقت سیرت طیبہ کا یہ پہلو مدنظر رکھتے ہیں؟ اگر نہیں تو یہ کیسی ترقی ہے جس کی منازل ہم طے کرتے چلے جا رہے ہیں؟

آپ نے اسلام کی دعوت شاہان دنیا کو نامہ مبارک لکھ کر دی، ان میں سے کسریٰ پرویز نے آپ کا نامہ مبارک چاک کر دیا۔ نتیجۃً اللہ تعالیٰ نے اس کے بیٹے کے ہاتھوں اس کو ختم کروا دیا اور اس طرح وہ واصل جہنم ہوا۔ لیکن کیا ہم اپنے بچوں کے نام محمد پرویز یا پرویز احمد رکھ کر توہین کے مرتکب نہیں ہوتے کہ آپ کے دشمن کے نام کو اپنا سرمایہ سمجھتے ہیں؟

——ابو طالب کے بیان کے مطابق بچپن میں نہ کبھی آپ نے جھوٹ بولا، نہ کسی سے ہنسی مذاق کیا، نہ جاہلانہ بات کی، نہ ہی بازاری اور آوارہ لڑکوں کے ساتھ پھرے۔ علاوہ ازیں ایک لونڈی کی گواہی یہ ہے کہ کبھی کھانا گھر میں بھی مانگ کر نہ کھایا بلکہ جب دیا جاتا، تناول فرما لیتے، کبھی کسی کھانے پر اعتراض نہیں کیا، نہ ہی نقص نکالا۔ اس سے آپ کے مزاج میں بچپن سے ہی حد درجہ وقار، ضبطِ نفس، حیا اور سوال سے نفرت کا اظہار ہوتا ہے —— کیا ہمارا اور ہمارے بچوں کا طرزِ عمل اس کے برعکس نہیں ہے؟

آپ نے اپنی رضاعی ماں کے ہاں اپنے رضاعی بھائیوں کے ساتھ بکریاں چرائیں، والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کی قبر پر جاتے تو رو پڑتے کہ صحابہؓ پر رقت طاری ہو جاتی، رضاعی ماں حلیمہ سعدیہ آتیں تو کندھے سے چادر اتار کر اس پر انہیں بٹھاتے، ان کی سفارش پر ایک دفعہ قیدیوں کو رہا کیا —— کیا ہم بھی ایسا احترام والدین کرتے ہیں؟

آپ نے ایک شوہر کی حیثیت میں امت کے لئے ایک بہترین نمونہ پیش کیا۔ فرمایا "تم میں سب سے بہترین وہ ہے جو گھر والوں کیلئے بہترین ہے اور میں تم سب سے بڑھ کر اپنے گھر والوں کے ساتھ نیک سلوک کرنے والا ہوں" نیز آپ نے دعا کی کہ "اے اللہ میری بیویوں اور بچوں کو میری آنکھوں کی ٹھنڈک بنا۔" یہ وہ زمانہ تھا جب دنیا عورت کو سانپ کہتی تھی کہ اس کے زہر سے بچو۔ آپ نے فرمایا کہ لوگ بیوی بچوں کو چھوڑ کر اللہ سے ملنا چاہتے ہیں حالانکہ اسلام میں رہبانیت نہیں ہے، لہٰذا اللہ کی عبادت بھی کرو اور اپنے بیوی بچوں کی ضروریات کا خیال بھی رکھو کہ یہ کام بھی اگر خدا کی رضا کو سامنے رکھ کر، حلال و حرام کا امتیاز کر کے کیا گیا تو عبادت میں شمار ہوگا۔

عالمِ شباب میں آپ نے ۲۵ سے ۵۰ سال کی عمر تک تو صرف ایک بیوہ جنابہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

کے ساتھ زندگی گذاری، صرف آخری سالوں میں حجرات مبارک آباد ہوئے، ان میں بھی سوائے جنابہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سبھی بیوہ تھیں۔ یہ سب نکاح مشیتِ الٰہی سے کئے گئے۔ آپؐ اپنی ازواج مطہرات کے مزاج شناس، ان کے جذبات واحساسات کا احترام کرنے والے، عدل وانصاف سے مساویانہ سلوک کرنے والے، ان کے گھر کے کام کاج میں ہاتھ بٹانے والے، دکھ درد میں شرکت اور خوشی میں مسرت کا اظہار فرمانے والے، کام وقت پر نہ ہوتا تو نرمی سے سمجھا دیتے، کیا سیرتِ پاک کے اس پہلو کو ہم اپنائیں گے کہ اپنے گھر والوں کے ساتھ نیک سلوک کریں۔

ایک باپ کی حیثیت میں بچوں کی تربیت کا ایک اعلیٰ نمونہ پیش کیا۔ حضرت زینبؓ کے متعلق فرمایا، کہ وہ میری بیٹیوں میں افضل ہے کہ اسے میرے لئے تکلیف پہنچی، حضرت رقیہؓ اور حضرت عثمانؓ کے متعلق مشہور تھا کہ "احسن زوجین راھما انسان رقیہ وزوجھا عثمان" "سب سے اچھا جوڑا جو دیکھا گیا ہے وہ رقیہؓ اور عثمانؓ کا ہے۔" چنانچہ حضرت رقیہؓ کے فوت ہو جانے کے بعد آپؐ نے جناب عثمانؓ سے ام کلثومؓ کو بیاہ دیا اور اس طرح ذوالنورین کے شرف سے مشرف ہوئے۔ حضرت فاطمہؓ، حضرت علیؓ سے بیاہی گئیں۔ ایک دفعہ ناراض ہو کر آپؐ کے پاس تشریف لائیں تو فرمایا "واپس اپنے گھر جاؤ، اس طرح گھر چھوڑ آنا بری بات ہے" چنانچہ آپؐ واپس تشریف لے گئیں۔ یہ دیکھ کر حضرت علیؓ نے بھی آئندہ شکایت کا موقع نہ دینے کا عزم مصمم کیا ـــــــ آج ہم اول تو کسی امیر کبیر کے انتظار میں لڑکیوں کو بٹھائے رکھتے ہیں خواہ وہ بوڑھی ہو جائیں۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کو حضرت علیؓ سے ان کی غربت کے باوجود بیاہ دیا اور فرمایا کہ اصل چیز دین ہے۔ پھر اگر ہم دنیا داری کو دیکھ کر بیاہ بھی دیں تو معمولی سی بات پر اصلاح کی بجائے لڑکی کو گھر میں بٹھا دیتے ہیں۔ کیا اس طرح ہم سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیمات کی صریح خلاف ورزی کے مرتکب نہیں ہو رہے۔

پھر ان کی شادی بیاہ کی تقریبات کو دیکھیں کہ نہ منگنی، نہ برات، نہ ڈولی، نہ سہرا، نہ باجے گاجے نہ آتش بازی نہ کوئی اور رسم، بلکہ سادہ طریقے سے نکاح پڑھا کر رخصتی کر دیتے تھے، نہ مقروض ہوتے، نہ نام ونمود اور غلط شان وشوکت کا مظاہرہ ـــــــ پس آج ہمیں بھی خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو بروئے کار لا کر اور آپؐ کی سنتوں کو زندہ کر کے آپؐ کی اطاعت کا ثبوت دینا چاہیئے۔ تاکہ کل روزِ محشر کو ہمیں آپؐ کے سامنے شرمسار نہ ہونا پڑے بلکہ آپؐ کی شفاعت کے مستحق ٹھہریں۔

مصطفیٰ برساں خویش کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ اُو نہ رسیدی تمام بولہبی ست